شریعت وطریقت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مولانا کیلانی کے اشتداد پر ایک طائرانہ نقد

ابن محمد جی قریشی

http://knooz-e-dil.blogspot.hk/

شریعت وطریقت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مولانا عبدالرحمن کیلانی مصنف "شریعت وطریقت" کے سوالوں کے جوابات

جوابات سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مولانا کیلانی کا شمار ناقدین تصوف واحسان میں ہوتا ہے،ذیل میں سولات ان کی کتاب شریعت وطریقت سے لئے گئے ہیں،ان سوالوں کیا اہل علم کے نزدیک کیا اہمیت ہے چند دن پہلے ایک سلفی صوفی عالم بتا رہے تھے کہ مولانا عبدالرحمن کیلانی کا ایک اعتراض بھی ایسا نہیں جو قابل غور ہو۔

سچ تو یہ ہے کہ مولانا تصوف کی الف،ب بھی نہیں جانتے تھے اور نہ ہی یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا جواب دیا جائے۔مگر ہمارے ایک خاص مقلدانہ ذہن کے نزدیک یہ کتاب ایک مقدس صحیفہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور وہ جہاں بھی تصوف واحسان پر معترض ہوتے تو اکثر حوالے اسی کتاب سے دیتے ہیں۔لہذا میں نے ضروری سمجھا کہ ہمارے یہ انجانے دوست کئی تصوف واحسان کی اندھی مخالفت میں اپنے ایمان کو برباد کر رہے ان کی رہنمائی کے لئے کچھ لکھا جائے۔

اس کتاب کے آخر میں علماء تصوف واحسان سے پر سوالوں کی ایک فہرست پیش کی گئی اور بعض منچلے انٹرنیٹ پر یہ سوال پیسٹ کر کے نیچے لکھ دیتے ہیں

"شاید ان سوالوں کا جواب دینا اہل تصوف کے لئے ممکن نہ ہو"

یہ لفظ پڑھ کر مجھے وہ صوفیائے اہل حدیث یاد آجاتے ہیں جو بیک وقت صوفی بھی تھی ،محدث بھی اور مفسر بھی،کہ ایک منکر تصوف اٹھتا ہے اور تصوف واحسان کے مقدس علم پر یاوہ گوئی کرتا ہے تو اس کی کتاب پر صوفیائے اہل حدیث تڑپ اٹھتے ہیں خاندان غزنویہ کا عظیم صوفی اور مسلک اہل حدیث کا امام عبدالجبار غزنوی نقشبندیؒ شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ اور نواب صدیق حسنؒ کے ایماء پر اٹھ کر دندان شکم جواب "اثبات الہام والبیعت بادلۃ الکتاب السنت المقلب بہ تضحیک الانام علی تحقیق الکلام" دیتے ہیں اور پھر منکرین تصوف پر ایک مرگ کی کیفیت طاری رہتی ہے پھر ڈیڑھ صدی بعد ایک مذکورہ صاحب "شریعت وطریقت" کا صحیفہ لے کر نازل ہوتے مگر افسوس کہ اب مسلک اہل حدیث میں امام عبدالجبار غزنویؒ نہیں تھے۔

منکرین تصوف و احسان اور جہالت معنی و مفہوم کے اعتبار سے ایک ہیں، اور پھر سوال کر لینا یا تنقید کر لینا کون سا مشکل کام ہے، یاد رکھیں تعمیر مشکل ہے اور تخریب آسان ہے۔ دیکھا تو یہ گیا ہے کہ اہل حرص و ہوا محض ناموری کے لئے صوفیاء اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، کیونکہ اہل اللہ پر تنقید کرنے سے شہرت مل جاتی ہے، مگر عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔ کسی صاحب حال نے کہا تھا کہ اہل اللہ پر تنقید کفر تو نہیں، مگر مرتے انھے کفر پر ہی دیکھا ہے۔

پھر کسی بھی موضوع پر جرح کے لئے اسے جاننا ضروری ہے، تصوف وسلوک میں زمانے کے ساتھ ساتھ جو بگاڑ آتا ہے، اسکی اصلاح بھی صوفیاء کے ہی ذمہ ہے اور وہ یہ کام الحمد للہ بڑے احسن طریقے سے کرتے چلے آ رہے ہیں، اس معاملہ میں راہ سلوک سے نابلد شخص کی مثال وہ آندھوں کو ہاتھی دکھانے والی بات ہے۔

مولانا کیلانی نے اپنی پہچان مسلک اہلحدیث کے نام سے قائم کی ہوئی تھی، اپنی کتاب میں انہوں نے کسی بھی اہل حدیث صوفی پر جرح نہیں کی ہے، کیونکہ مرحوم یہ بات بخوبی سمجھتے تھے کہ کسی اہلحدیث صوفی پر طعن کرنے سے ان پر مسلکی اعتبار اٹھ جائے گا، اس لئے انہوں نے اپنی کتاب میں مسلک اہل حدیث کی آڑ لیکر صوفیاء پر متشددانہ و غیر عدلانہ جرح کی ۔

اہل باطل کا وطیرہ یہی رہا ہے کہ وہ اپنی تلبیسات کو حق کی آڑ لیکر پھیلاتے ہیں، اور مرحوم اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں کیونکہ آج جہلاء کے نزدیک یہ کتاب ایک مقدس صحیفے کی حثیت اختیار کر چکی ہے۔

مرحوم نے اپنی کتاب میں فقط ایک مقام پر سید عبداللہ غزنویؒ کا ذکر کیا جو اکابر اہلحدیث میں سے ہیں، نقشبندیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ وہ حد درجہ متبع سنت تھے، کمال ہے اگر حنفی صوفی ہو تو گمراہ اور اہلحدیث ہو تو متبع سنت ۔

لیکن خود سید عبداللہ غزنویؒ کی مبارک سوانح میں ملتا ہے کہ:۔

" آپ اگرچہ سلوک کی کتابوں اور صوفیہ کے مشاغل مروجہ سے پہلے ہی بری تھے، لیکن جذبہ غیبی کے پہنچنے کے بعد آپ میں صوفیاء کے مشاغل کے ثمرات اور اثار کسی کے تعلیم کے سواء مشاہدہ کرتے تھے، رفتہ رفتہ صوفیاء کے طریق کے مطابق اس راہ پر طالبوں کو تعلیم دینے لگے، اور ہمیشہ بہمہ تن ہدایت کی زیادتی کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے اور نالاں رہتے، گویا آپکا بدن اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے اور اس سے ڈرنے کی تصویر تھا۔

مولانا غلام رسول قلعویؒ جو آپ کے خلیفہ مجاز بھی تھے، اور آپ کے ساتھ بھائی چارہ بھی

تھا، سید عبداللہ غزنویؒ کے طریق السلوک کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اسم ذات کی تلقین میں انکا طریق تمام مشائخ کے طریق سے جدا تھا، اور جوش بھی علیحدہ خصوصاً لطیفہ اخفی بہت جوش کے ساتھ آتا جب قلب کے لطیفے کا سبق دیتے تو فرماتے دل کو ایک ریت کا ڈھیر خیال کر کے اسم ذات کو ریت کے ہر دانہ سے نکالو اور لطیفہ قالب یعنی سلطان الذکر میں بھی آپ جدا طریقہ سے سکھلاتے کہ اپنے جسم کو ایک ریت کا ڈھیر تصور کر کے اسم ذات کا ذکر کرو اور سورۃ فاتحہ پڑھنے میں بہت کوشش فرماتے معنوں کے لحاظ اور آیتوں کو بار بار پڑھنے کی شرط کے ساتھ اور وصیت کرتے تھے کہ اپنے تابعداروں میں سے ہر ایک شخص کو سکھلاو۔ اور چشتیہ کے ذکروں میں سے اللہ الصمد کے ذکر کو بلحاظ معنی بہت مفید جانتے تھے، اور دورہ کا طریقہ جو بعض لوگوں کو سکھلاتے تو فلک چہارم کی سیر یا فوق عرش کی سیر پر دلالت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں یعنی سمیع، بصیر، قدیر، علیم وغیرہ میں فکر کرنے کی تاکید فرماتے، اور مریدوں کے کشف سے ڈرتے تھے، کیونکہ یہ بعض لوگوں کے حق میں مجازی فیض سے روک ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص ذکر کے وقت حرکت یا بے چینی یا اضطراب کرتا تو اسکو زجر کیساتھ منع فرماتے۔

ایک دن فقیر نے سوال کیا کہ یہ شخص رعشہ والوں کی طرح حرکت کرتا ہے، اور آپ زجر کیساتھ منع فرماتے ہیں فرمایا کہ شاید ہوائے نفسانی کا شائبہ اسکے ساتھ نہ مل جاوے۔ اور ظالموں اور انکے متعلقین کے کھانے سے پرہیز کرتے مگر اس وقت کو صاف معلوم ہو جاتا کہ ادھار لیا گیا ہے، ایک دن آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے حکایت کی، کہ وہ مریدوں کو اسماء الحسنیٰ کے ورد کی تعلیم کرتے، اور چالیس دن کے بعد ان سے سنتے، جس اسم کے ساتھ انکی حالت میں تغیر آنے لگتا وہی اسم تعلیم فرماتے۔ پھر فرمانے لگے اس عاجز کی دانست میں اسکے مطابق اسم ذات ہے، پھر کسر نفسی کرتے تھے، میں کیا ہوں اور میری سمجھ کیا ہے، اور کبھی فرماتے یہ کیا مسلمانی ہے، یہ کیسا ایمان ہے، اور بہت وقتوں میں اپنا انکسار ظاہر کرتے، اور حبس کا طریق کسی مرید کو نہیں سکھاتے تھے، اگرچہ اسکے منع ہونے میں دم نہیں مارتے تھے۔

اور اپنے شیخ سید حبیب اللہ اخوندؒ کے متعلق سید عبداللہ غزنویؒ فرماتے ہیں:۔

"اخوند حبیب اللہؒ فرماتے تھے کہ معیت کا مراقبہ مجھے سب مراقبوں سے پسند آتا ہے۔"

خود آپکے اپنے احوال میں مذکور ہے:۔

"کہ جذبہ الٰہی کا آغاز پہلے دن شام کے بعد تھا، جو خود بخود بلا واسطہ پیر کے جذب الٰہی پہنچ گیا، اور تمام زور کیساتھ ماسوا اللہ کو میرے دل سے کھینچ لیا، یہاں تک

کہ تین دن تک مجھ کو اپنے نفس سے کدورت اور ظلمت اس طور معلوم ہوتی تھی، از خود گندی بو آتی، جس سے جی متلانے لگتا، اور باقی لوگوں سے بھی دیکھنے کے وقت قے آنے لگتی۔ فقر اہل یہاں تک تھی کہ فانی زندگی پر کسی طرح اعتماد نہ رہا اور مخلوقات سے یہاں تک نفرت تھی کہ نماز جماعت کیساتھ بڑی دشواری کیساتھ گزاری جاتی اور ذکر کی نسبت اسطرح غالب تھی کہ جو شخص مجھ کو دیکھتا، ذکر کرنے لگتا تھا۔ اور کبھی کبھی چھت کی لکڑیوں سے بھی ذکر سنا جاتا۔

برف کی بارش کے موسم میں جب آگ پر بیٹھتا، تو نفی اثبات کے وقت جو میں سر کو ہلاتا تو اس طرح آگ بھی گھومتی، اور اس سبب سے کہ میں نے کسی شیخ کی صحبت نہیں اٹھائی تھی، اور نہ مشائخ کا حال دیکھا سنا تھا، حیرانی پیش آتی تھی کہ آیا کسی شیخ کے پاس جا کر تعلیم حاصل کروں، چنانچہ اسی نواح میں ایک شیخ صاحب شاہ صاحب غلام علی دہلویؒ مجددی کے مریدوں میں سے ریاضت شاقہ اور چلوں کیساتھ مشہور تھا، انکو دیکھنے کا دل میں پختہ ارادہ ہوا، چونکہ میں اکیلا راہ کا واقف نہ تھا اور کسی کی ہمراہی بھی ناممکن تھی، ایک شخص کو رہ بتلانے کے لئے میرے ساتھ کیا، اس طرح کے وہ دور سے راہ دکھلائے، جب شیخ سے ملاقات ہوئی، تو اس پر حالت آ گئی، جو خود بخود اپنے سر کو ہلاتا تھا، اور اس نے اپنے سارے لطیفے اس جوش میں ظاہر کئے، جو کچھ میں نے دیکھا کسی زمانہ میں نہیں دیکھا، پس ناامید ہو کر واپس آیا"۔ (دیکھئے بسوانح عمری سید عبداللہ غزنویؒ)

الغرض اشغال صوفیاء اہلحدیث کے ہوں یا صوفیاء احناف کے کچھ فرق نہیں، لیکن تعجب منکرین تصوف کے دجل وفریب پر ہے کہ اہل حدیث یہ سب کچھ کرنے کے باوجود متبع سنت اور کسی اور مکتبہ فکر کا صوفی یہی کام کرے تو بدعت! ان اشغال کی صوفیاء کے نزدیک کیا حثیت ہے انشاءاللہ تعالیٰ اپنے مقام پر بحث کی جائے گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مسلک اہل حدیث صوفیاء کا مسلک ہے، اس مسلک کے موسس وبانی سید نذیر حسین دہلویؒ نہ خود صوفی تھے بلکہ اس مسلک کی تراویج واشاعت کرنے والے اکثر حضرات صوفی ہی تھے۔ اس موضوع پر ایک کتاب "تصوف و احسان علمائے اہل حدیث کی نظر میں" شائع ہو چکی ہے جبکہ اکابر صوفیاء مسلک اہل حدیث کے حالات پر "احوال وآثار صوفیاء مسلک اہل حدیث" زیر طبع ہے۔ جس میں تمام صوفیاء اہل حدیث کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

سوالنمبر ۱:۔کیا وحدت الوجود کا عقیدہ یا وحدت الشہود کے عقائد کی ازروئے شرع گنجائش ہے اگر ہے تو دلائل سے مطلع فرمائیں۔ورنہ یہ بتائیں کہ ایسے عقائد کے حامی صوفیا کی حمایت کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: وحدت الوجود اور شہود کو لوگوں نے مختلف انداز میں لیا اور اس کی حقیقت یہ ہے

وحدت الوجود اور شہود کی حقیقت:

”صوفیا کے مختلف مراقبات اور مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔جس طرح علوم ظاہری میں اسباق چلتے ہیں اسی طرح کیفیات باطنی بھی سبق در سبق چلتی ہیں اور ان کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔جن دوستوں کے اسباق ہیں وہاں تک اور جنہیں مشاہدہ ہے اندازہ فرماتے ہوں گے کہ جب ”مراقبہ فنا“ کیا جاتا ہے تو اس میں ہر چیز فنا ہوتی نظر آتی ہے حتیٰ کہ ساری کائنات فنا ہو جاتی ہے کچھ باقی نہیں بچتا۔کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ہر چیز فنا ہو جاتی ہے۔اس کے بعد جب بقاباللہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام تو ہر وجود کے ساتھ قادر مطلق کے انوارت نظر آتے ہیں۔جن کی وجہ سے وہ قائم ہے تو سامنے سمجھ آ رہی ہے کہ قائم بذات صرف اللہ کی ذات ہے باقی سارے وجود اس کے قائم بذات صرف اللہ کی ذات ہے باقی سارے وجود اس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں۔اس کے بنانے سے بنتے ہیں اور اس کے مٹانے سے مٹ جاتے ہیں ان کی اپنی ذاتی کوئی حثیت نہیں ہے۔جب اس کیفیت سے صوفیاء گزرے تو انہوں نے کہا کہ وجود در اصل ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔جو ازل سے ابد تک ہے، ہمیشہ ہے، ہر حال میں ہے ہر جگہ ہے۔باقی نہ ہونے کے برابر ہیں اور صرف اس کے قائم رکھنے سے قائم رہتے ہیں اس کے مٹا دینے سے مٹ جاتے ہیں ان کی کوئی ذاتی حثیت نہیں ہے۔اسے ’وحدت الوجود‘ کا نام دیا گیا ہے کہ وجود صرف ایک ہے واحد لاشریک ہے۔باقی وجودوں کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔شیخ محی الدین عربی نے جب اس نظریے کو اپنی کتاب میں جگہ دی اور اس پر بحث فرمائی تو پھر یہ مستقل ایک نظریہ بن گیا۔لیکن اس کا مفہوم یہ تھا جو میں عرض کر رہا ہوں۔

کاملین سے جاہلین

یہ بات کاملین کی تھی، اہل علم کی تھی۔بعد میں جب لوگ آئے ان کا کمال نہ علوم باطنی میں اس پائے کا تھا نہ علوم ظاہری میں ان کے علوم اس پائے کے تھے تو اس میں ایک قباحت آ گئی۔بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ اللہ ہی باقی ہے جو کچھ ہے یہ فانی ہے سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود میں اللہ ہے۔وحدت الوجود کا جو مفہوم تھا وہ یکسر بدلنے لگا

تو یہ ہندوں والا عقیدہ بننے لگ تھا جیسے ہر وہ طاقت جسے وہ نا قابل تسخیر سمجھتے ہیں کہ اس میں بھگوان موجود ہے۔ بڑا پہاڑ ہو تو اس کی پوجا شروع کر دو، بڑا درخت ہو تو اس کی پوجا شروع کر دو۔کوئی بھی جانور ایسا ہوتا جو قابو نہ آئے تو اس کی پوجا شروع کرنا کہ اس میں بھگوان ہے۔تو وہ اس میں قباحتیں در آئیں نا اہلوں کی وجہ سے وہ یہ تھیں۔

ان قباحتوں کی وجہ سے حضرت الف ثانی نے اس کے مقابلے

میں کر وحدت الشہود کا لفظ دیا کہ ہر چیز ہر وجود اس کی وحدت پہ گواہ ہے یعنی ہر وجود کی ذات ہے وہ اس کی قدرت کاملہ پہ گواہ ہے۔اس کی شہادت دے ہی ہے تو ان قباحتوں سے بچنے کے لئے اس کی اصلاحی صورت تشکیل دی گئی جس میں خطرہ کم تھا یا نہ ہونے کے برابر تھا۔اب جسے گمراہ ہونا ہو اور کوئی ایسی گستاخی کر بیٹھے کہ اللہ کریم اسے رو کر دے تو گمراہ ہوتا ہی ہے۔

یھدی الیہ من ینیب قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے لوگ اس کی وجہ سے اعتراض تراش کر گمراہ ہو جاتے ہیں تو جو آب حیات پی کر مر جائے اب اس کا علاج ہے لیکن وہ خطرات ختم ہو گئے اور اصل بات نکھر کر سامنے آ گئی۔ اسے حقوق دے ہیں اسے زندگی سی ہے یا اسے شعور دیا ہے لیکن وہ گواہ ہے اللہ کی قدرت کاملہ پر۔وہ انسان ہے یا حیوان ہے' جاندار ہے نباتات ہے، آسمان ہے یا زمین ہے' کوئی وجود بھی ہے تو وہ ایک شہادت دے رہا ہے اور سب شہادت جو ہے وہ اللہ کی قدرت کاملہ پر ہے، اس کے خالق اور اس کی قادر مطلق ہونے پر ہے تو یہ ان خطرات سے بچنے کے لئے جو لوگوں کی علمی یا باطنی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے وحدت الوجود کیا اصطلاح سے در آئے تھے ان سے بچنے کیلئے جو لوگوں کی علمی یا باطنی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے وحدت الوجود کی اصطلاح سے در آئے تھے ان بچنے کے لئے یہ راستہ اپنایا گیا۔ وحدت الشہود کا تو یہ اصطلاحات ہیں یہ نظریات نہیں ہیں یہ اصطلاحات ہیں۔نظریات یا عقائد وہی ہیں جو شریعت مطہرہ نے بیان فرما دیئے۔

نظریات یا عقائد وہی ہیں جو شریعت مطہرہ نے بیان فرما دیئے۔اب مختلف کیفیات کے اظہار کے لئے مختلف اصطلاحات ہیں جن سے اس کی کیفیت کا اظہار مطلوب ہے۔تو اپنی اصل دونوں درست ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے۔صرف یہ ہے کی وحدت الوجود جب کہا گیا تو اس میں خطرات در آئے اور بجائے اس کے یہ سمجھا جا کہ ہر وجود جو ہے اسکی ذاتی کوئی حشیت نہیں ہے سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود اللہ ہے۔تو اس کی اصطلاح حضرت مجدد الف ثانیؒ جو لائے وہ بھی وحدت پر ہے۔اس کے خالق کائنات، خالق کل اور قادر مطلق ہونے پر ہے تو وہ نظریات ہیں جن کے پاس علوم

ظاہر بھی ہوں اور انہیں کمالات باطنی بھی حاصل ہوں۔ تو عموماً اہل علم جو اس شعبے میں آتے ہیں تو یہ ان کے بحث کرنے کی باتیں ہیں اور اپنے علم کے مطابق اسے سمجھتے ہیں اور اس میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ دراصل بات ایک ہی ہے اس کے لئے اصطلاحیں دو ہیں اور یہ بنیادی عقیدہ ہے اسلام کا اس میں سے ہے کہ قائم بذات صرف اللہ ہے باقی ہر چیز فانی ہے اور جسے اللہ بناتا ہے بنتی ہے جسے اللہ مٹا دیتا ہے مٹ جاتی ہے۔ کوئی تشریح ان حدود سے متجاوز نہیں ہونی چاہیے جو شریعت مطہرہ نے متعین فرما دی ہیں

یہ ایسا فن ہے کہ اسمیں ہر شخص کو اپنی استعداد اور اپنی علمی استعداد جس طرح اللہ کریم نے مختلف استعداد دی ہے علم ظاہر کے لئے۔ دو شخص اکٹھے پڑھتے ہیں ایک استاد سے پڑھتے ہیں ایک جیسی کتابیں پڑھتے ہیں لیکن دونوں کی حثیت الگ الگ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی اپنی استعداد جو ہے حصول علم کی وہ الگ ہوتی ہے۔ اس طرح بے شمار لوگ اللہ اللہ سیکھتے ہیں، کیفیات باطنی حاصل کرتے ہیں ایک ہی استاد سے ایک ہی وقت میں کرتے رہتے ہیں لیکن ہر حال الگ ہوتا ہے۔ جس

طرح کی کیفیات کی استعداد اللہ کریم نے اسکے وجود میں رکھی ہوتی ہے اس طرح کی کیفیات بھی حاصل کرتا ہے اور جس طرح کا شعور و آگہی کا مادہ اس میں اللہ کریم نے رکھا ہوتا ہے اسی طرح سے وہ سمجھتا ہے۔ تو اصولی بات یہ ہے کہ جو بنیادی عقائد ہیں شریعت کے اصل ہیں۔ آگے یہ سب تشریحات ہیں اور کوئی تشریح ان حدود سے متجاوز نہیں ہونی چاہیے جو شریعت مطہرہ نے متعین فرما دی ہیں۔

ان حدود کے اندر وضاحتیں ہیں تفصیلات ہیں۔ جیسے قرآن حکیم کی تفسیر میں بے شمار تفصیل لکھی حضرات نے اللہ مفسرین کرام پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے لیکن اس سب کا معیار یہ ہے کہ وہ جتنی تفصیل میں چلے جائیں وہ تفصیل ان حدود کے اندر ہونی چاہئے جو حضور اکرم ﷺ نے متعین فرما دیں۔ شارحین حدیث نے حدیث مبارکہ پر بڑی لمبی بحثیں فرمائی ہیں۔ مختلف لوگوں نے اعتراض کئے۔ حضرات نے ان کے جواب دیئے اور ایک ایک حدیث پر بہت بڑی بڑی لمبی بحثیں ہیں تو شرط بنیادی صرف یہ ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی مراد تھی۔ ارشاد سے آپ ﷺ کی مراد کیا تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس کا کیا مفہوم سمجھا، اس پر حضور ﷺ کے سامنے کیسے عمل کیا اور حضور ﷺ نے اسکی تصدق فرمائی وہ ہو جاتی ہے۔ ان الفاظ سے مراد کیا تھا اس حد کے اندر جتنی تشریح، جتنی تفصیل ہوتی رہے۔ جب اس حد سے متصادم ہوگی تو باطل ہو جائے گی۔ چونکہ حق اس کے اندر ہے۔ اس طرح صوفیا کے مراقبات ہوتے ہیں کیفیات ہوتی ہیں مختلف کیفیات سمجھتے ہیں وہ اور ان کی تعبیرات

ان کو دیتے ہیں لیکن اس سب کی شرط یہی ہے کہ شریعت مطہرہ کی حدود کے اندر جو کچھ ہے وہ حق ہے جہاں سے کسی کی کیفیت یا کسی کا کشف یا کسی کا الہام شریعت سے متصادم ہوگا تو باطل ہو جائے گا اور شریعت برحق ہے۔

وحی کی کیفیت اور کشف والہام

ہوتا یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی ساری شریعت کشف والہام سے، وحی سے حاصل فرمائی۔ وحی کی کیفیت بھی صرف نبی پہ ظاہر ہوتی ہے کوئی دوسرا جو پاس بیٹھا ہوا اور وحی نازل ہو رہی ہو تو دوسرے کو سمجھ نہیں آتی۔ اس طرح کشف والہام بھی صاحب کشف والہام پہ وارد ہوتا ہے کوئی ساتھ دوسرا بیٹھا ہوا سے سمجھ نہیں آتی۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وارد ہوتا اس میں دو باتیں یقینی تھیں۔ اس میں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جو کچھ وارد ہوتا وہ حق ہوتا تھا۔ اس میں شیطان مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ حق ہوتی تھی کہ جو کچھ حضور پہ وحی یا کشف سے' یا نبی کا خواب بھی وحی الہیٰ ہوتا ہے' خواب سے اگر کوئی بات نبی پہ وارد ہوتی ہے تو وہ بھی وحی ہوتی ہے اور وہ بھی برحق ہوتی ہے نہ اس میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور نہ اللہ کے نبی کو سمجھنے میں غلطی لگتی ہے۔

صوفیاء اور انبیاء کے کشف اور مجاہدہ میں فرق:

جو کشف اور مجاہدہ صوفیاء کو ہوتا ہے وہ بھی وہی ہوتا ہے جو نبی کو ہوتا ہے۔ اس لئے کہ باتباع نبی اور نبی کی اطاعت میں فنا ہونے سے وہ برکات نصیب ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں بہت بڑا فرق ہے۔ صوفی کے مشاہدے یا اس کے القایا کشف میں شطان بھی مداخلت کر سکتا ہے۔ یہ دونوں خطرات ولی کے ساتھ موجود ہیں جو نبی کے ساتھ نہیں ہیں، لہٰذا ہر ولی اللہ کا کشف و مشاہدہ محتاج ہے نبی کے ارشادات عالیہ کا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی حدود کے اندر ہے، اس کے مطابق ہے تو درست ہے اگر متصادم ہے تو باطل ہے۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جو کشف نبی کو ہو تو ہے، جو الہام نبی ہوتا ہے، جو وحی نبی پہ آتی ہے، جو خواب اللہ کا نبی دیکھتا ہے ساری امت اس کی مکلف ہوتی ہے۔ پوری امت کو وہ ماننا پڑتا ہے۔ جو مشاہدہ ولی کو ہوتا ہے کوئی دوسرا بندہ اس کا مکلف نہیں۔ صاحب مشاہدہ اگر اس کا مشاہدہ شرعی حدود کے اندر ہے تو اس پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہے کہ فلاں کو یہ کشف ہوا اس لئے میں یہ عمل کروں۔ یہ شان صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہے تو لہذا کوئی بھی نظریہ ہو یا اسے آپ اصطلاح کہیں یا کشف کہیں یا مشاہدہ کہیں تو بنیاد شریعت مطہرہ ہے اور ارشادات نبوی

ﷺ اور قرآن اور حدیث ہے اور سنت ہے اس کے اندر اندر اس کی تشریحات اس کی تفصیلات علماء کو اللہ کریم علم کے راستے بتا دیتا ہے، علم کے ذریعے سے سمجھا دیتا ہے اور بڑی بڑی بحثیں علماء حضرات نے فرمائی ہیں اور علما ہی کو مشاہدات بھی نصیب ہوتے ہیں۔ جو اس طرف آجائے اس اللہ کریم کشف اور مشاہدے سے سرفراز فرماتے ہیں ان کے کشف سے کوئی نیا حکم جاری نہیں ہوسکتا اور شرعی حدود سے باہر بھی نہیں ہوسکتیں۔ اسلام تو ارشادات نبوی ﷺ کا نام ہے، اسلام تو اعمال نبوی کا نام ہے، اسلام تو اخلاق نبوی ﷺ کا نام ہے۔ جو حضور ﷺ نے سکھا دیا وہ اسلام ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ المرشد فروری اور مارچ 2007)

راہ سلوک میں اس مسئلہ کی حثیت نہ فرض، نہ واجب پھر اس پر جرح فضول ہے، میرے علم کے مطابق اس عہد میں یہ مسئلہ اہل سلوکو پیش ہی نہیں ہے۔ پھر منکرین تصوف کا اس پر زور ماسوائے جہالت اور تلبس کے کچھ بھی نہیں۔ فی زمانہ میں اہل سلوک کے چاروں سلاسل وحدت الوجود بامعنی عقیدہ حلول بری الذمہ ہیں۔ نقشبندیہ کے سرخیل امام مجدد الف ثانیؒ نے صاف صاف لکھا ہے:۔

”ہم کو نص سے کلام ہے نہ فص سے فتوحات مدینہ یعنی حادیث نے ہم کو فتوحات مکیہ سے لاپرواہ کر دیا ہے“۔ (مکتوبات ۱۰۰ جلد اول)

سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے:۔

ایسے عقائد کے حامی صوفیاء کی حمایت کیوں کی جاتی ہے؟

جہاں تک ابن عربیؒ کی حمایت کی بات تو اس صف میں بڑے بڑے لوگ نظر آتے ہیں، اور ان کی حمایت کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے علم وفکر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کیلانی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ یہ سوال صوفیاء سے پوچھنے کے بجائے پہلے اپنے ہم مسلک علماء سے پوچھتے کہ اکابر علماء اہل حدیث امام ابن عربیؒ کے اتنے دیوانے کیوں تھے؟

مسلک اہل حدیث کے پیشوا و موسس شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کی مبارک سوانح میں ملتا ہے:

سید نذیر حسین دہلویؒ اور عقیدت علامہ ابن عربیؒ:۔

حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ صوفیاء عظام سے بے حد عقیدت ومحبت اور احترام کیا کرتے تھے۔ خاص الخاص شیخ اکبر علامہ ابن عربیؒ سے تو بہت زیادہ عقیدت تھی۔ مولانا بہاریؒ لکھتے ہیں:۔

”طبقہ علماء اکرام میں شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی بڑی تعظیم کرتے، اور خاتم الولایہ

المحمدیہ فرماتے۔اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر و باطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے۔مولانا قاضی بشیر الدین قنوج علیہ الرحمہ جو شیخ اکبر کے سخت مخالف تھے۔ایک مرتبہ دہلی سے اس غرض تشریف لائے کہ انکے بارے میں میاں صاحبؒ سے مناظرہ کریں،اور دو مہینے دہلی میں رہے،اور روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی،مگر میاں صاحب اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبرؒ کی نسبت رکھتے تھے،ایک تل کے برابر بھی پیچھے نہ ہٹے،آخر ممدوح جن کو میاں صاحبؒ سے کمال عقیدت تھی،دو مہینے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

مولانا مغفور اکثر طلباء کو کتب درسیہ پڑھا کر حدیث پڑھنے کے لئے دہلی بھیج دیتے، چنانچہ پیشتر شاگرد مولانا مغفور کے میاں صاحبؒ کے بھی شاگرد ہیں۔مگر چونکہ ان لوگوں کے خیالات شیخ اکبر کی طرف سے مولانا مغفور کے سینچے ہوئے تھے،ان میں بہت کم ایسے تھے جو شیخ اکبر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں۔مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق (جو مولانا مغفور کے تلمیذ خاص اور میاں صاحبؒ کے شاگرد رشید ہیں) نے بھی میاں صاحبؒ سے کئی دن متواتر شیخ اکبر کی نسبت بحث کی ،اور فصوص الحکم شیخ اکبر پر اعتراض جمائے۔میاں صاحب نے پہلے سمجھایا،مگر جب دیکھا کہ ابھی لاتسلم ہی کے کوچہ میں یہ ہیں تو فرمایا کہ:۔

”فتوحات مکیہ“ آخری تصنیف شیخ اکبر کی ہے،اور اسی لیے اپنی سب تصانیف ماسبق کی یہ ناسخ ہے“

اس جملہ پر یہ بھی سمجھ گئے (الحیات بعد المات ص ۴۲۱،۳۲۱)

مولانا ابرہیم میر سیالکوٹی اور عقیدت ابن عربیؒ:۔

مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ صوفیاءعظام سے بے حد محبت اور عقیدت و احترام رکھتے تھے،اور صوفیاءعظامؒ کے طریق کو دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ جانتے تھے،”تاریخ اہل حدیث“ میں آپؒ نے علم وعمل بالحدیث ہندوستان کے تحت جن علماء کا تذکرہ فرمایا،وہاں آپؒ نے حضرات محدثینؒ کے تعلق تصوف واحسان کو بھی کھل کر بیان فرمایا۔

آپ اپنی مایہ ناز تفسیر ام القرآن واضح البیان میں فرماتے ہیں:۔

”جن پر اللہ تعالیٰ کی باطنی وروحانی نعمتیں ہوئیں اور وہی اس قابل ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے انکی راہ اختیار کی جائے،اور وہی اس لائق ہیں کہ انکی اقتداء کی جائے“۔(ص)

ابن عربی رحمہ اللہ سے عقیدت اور وحدت الوجود:۔

آپ کو اپنے استاد شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کی طرح شیخ ابن عربیؒ سے بڑی عقیدت و مواظبت تھی، آپ نے اپنی تصنیفات میں مختلف مقامات پر ابن عربیؒ کی کتب سے خوب استفادہ کیا، اور بڑی عقیدت و محبت سے "حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ" کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔آپ وحدت الوجود کے بھی قائل تھے

"مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے مولانا ابرہیم میر سیالکوٹیؒ سے سلسلہ وحدۃ الوجود کے متعلق دریافت کیا تھا۔ وحدت الوجود کے سواہ چارہ نہیں"۔(فتاوی ثنائیہ جلد اول)

یہ ذہن میں رہے کہ وحدۃ الوجود سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر شئے ہی خدا ہے، یہ جہلاء کا نظریہ ہے۔

نواب صدیق حسن خان اور مسئلہ وحدت الوجود:

نواب صدیق حسن خانؒ خطیرۃ القدس میں اس موضوع پر تفصیلی بحث فرمائی ہے اس اختلاف کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لئے ہم کو طرفین میں سے کسی ایک طرف جزماً میلان نہیں ہوسکتا۔ مذہب وحدت الوجود اور مذہب وحدت شہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جسطرح ایک جانب بہت سے دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلیں ہیں ہم پر اعتقادً لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں کیونکہ اس میں بہت سے علماء اکرام اور مشائخ عظام کی تضلیل و تکفیر لازم آتی ہے، وحدت الوجود کے اثبات یا ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے اگر خود ذی فہم ہے تو
اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو انکے قائلین پر چھوڑ دے"۔

مزید فرماتے ہیں:۔

وحدت الوجود و شہود جس سے مراد ہستی حق اور نیستی کو زمانہ حال و استقبال میں پیش نظر رکھا جائے تو یہ امر شرع کے اصل مقصد کے منافی نہیں ہے البتہ جو اختلاف اقوال و احوال اور اسکے شرح و بسط میں پیدا ہوگئے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ شریعت سے کسی قدر بعد رکھتے ہیں اور ایک عالم کی گمراہی کا سبب بن گئے۔ اگر یہ خدشہ مانع نہ ہوتا تو میں اس مسلئہ وحدت الوجود کو متکلمین کے ہفوات چھوڑ کر محدثین کے اقوال و اشارات اور دلائل عقلی و نقلی سے اس طرح ثابت کرتا کہ علماء ظاہری میں سے بھی کسی کو اس سے انکار نہ ہوتا اور وہ اسکے خلاف میں لب کشائی نہ کرسکتا مگر کیا کیا جائے مصیبت تو یہ ہے کہ جو ارباب علم ہیں انکو تفنن عبارات کی طرف توجہ رہتی ہے نہ معانی کی طرف

ورنہ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو اس میں مابہ النزاع بات نہیں ہے، ع الاکل ۔ اخل اللہ باطل اس سے بڑھ کرنادانی کیا ہوسکتی ہے کہ آدمی ہر مرتبہ اور ہر حال میں احکام وجود کا منکر اور ہمہ اوست کے معانی نعوذ باللہ شریعت سے آزاد ہونا سمجھے۔ (تفصیل دیکھئے خطیرۃ القدس وماٰثر صدیقی حصہ چہارم)

ابن عربیؒ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی نظر میں:

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے جب پوچھا گیا کہ اکثر علماء اور صوفیاء اکرام ابن عربیؒ کو مقدس بزرگ مانتے ہیں اور بعض علماء انکو مسلئہ وحدت الوجود کا قائل ہونے کی وجہ سے کافر والحاد کی طرف منسوب کر کے دائرہ اسلام سے خارج فرماتے ہیں ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اور مسلمانوں کیا گمان رکھنا چاہیئے؟

جواب: شیخ ابن عربی کو کافر قرار دینے والا مسئلہ بہت نازک ہے مولانا نواب صاحب (نواب صدیق حسن خانؒ) بھوپال اپنی کتاب تکثار میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ ابن عربی کی تکفیر کی آخر میں میری رائے غلط معلوم ہوئی تو میں نے رجوع کیا، نواب صاحبؒ شیخ ابن عربی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مولانا سید نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلویؒ شیخ ابن عربی کو شیخ اکبر لکھتے ہیں حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ موصوف کو مقربان الٰہی سے لکھتے ہیں اس لئے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ موصوف قابل عزت لوگوں میں ہیں۔ (فتاوی ثنائیہ جلد 1 صفحہ 332)

یہ تمام حضرات مسلک اہل حدیث کی مستند شخصیات میں سے ہیں، طوالت کے خوف سے ان ہی حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ صوفیاء اہل حدیث کے اس مسلئہ پر مزید حوالہ جات بھی میرے علم میں ہیں۔

یہ رائے اب صاحب علم لوگوں کی ہے، اب کیلانی جیسا شخص جو نہ ظاہری علوم میں کامل اور نہ علوم باطنی کو جانتا ہے ایسے شخص کی کیا حثیت کہ معارف سلوک میں گفتگو کریں اور اہل اللہ پر جرح کریں علم سلوک کے متعلق مناظر اسلام ابولوفا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جیسا اہل حدیث عالم یہ کہنے پر مجبور ہے

راہ اعتدال مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

"اس مسئلہ کی غلط فہمی سے کہ شریعت کو طریقت سے کیا نسبت اور ر تعلق ہے مسلمانوں میں سخت افراط وتفریط ہو رہی ہے بعض بلکہ اکثر جہّال تو اس بہانے سے کہ شریعت ظاہر ہے اور ظاہر بینوں کے لئے ہے تمام احکام شریعت کو جواب دے بیٹھے ہیں

،شریعت مطہرہ کے کسی حکم کا ادب انکے دل میں نہیں ہے حتی کہ نماز روزہ کو بھی جونشان اسلام سمجھے جاتے ہیں، یہ نالائق ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنے والے صاف صاف لفظوں میں جواب دیتے ہیں، اور کھلے منہ بغیر مطلب سمجھنے کے ایسے راگ الاپتے ہیں؟

نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ دے سجدہ
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

ایسے ہی جاہلوں کے زعم اٹھا کر بعض اہل شریعت، طریقت اور تصوف سے منکر ہو جاتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہی نمازیں جو ہم سیدھی ٹیڑی پڑھتے ہیں، بس یہی اصل اسلام ہیں، یہی پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ اور اصل ہیں مگر بغور دیکھیں تو دونوں کی رائے غلط۔ گو پہلے فریق کی تو اغلط بلکہ کفر تک پہونچتی ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس رسالہ میں شریعت وطریقت کی نسبت اور تعلق بتلاوں، جو پیغمبر علیہ السلام نے ان دونوں کو بتلایا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ طریقت اور تصوف بیان مشکل ہے جسکی بابت کہا جاتا ہے کہ

فن التصوّف ما ادقّ بتحیر فیہ الامام الرازی

"یعنی تصوف کا فن ایسا باریک ہے کہ امام رازیؒ جیسی فاضل اجل اور باریک بین بھی اس میں حیران وسرگردان ہیں"

پھر مجھ جیسے کج مج زبان سے کیونکر اسکا مطلب ادا ہوسکے۔ مگر چونکہ اس مسئلہ کو بزرگانِ دین اور اکابرانِ ملّت قویم علماء کرام وصوفیاء عظام رضی اللہ عنہم نے جو شریعت اور طریقت کے مسلّمہ امام ہیں واضح طور سے بیان کیا ہوا ہے، لہذا انہی کی کتابوں سے نقل کر کے مسئلہ ہذا کی توضیح کرتا ہوں۔ الفضل للمتقدم"۔ (مولانا ثناءاللہ امرتسری، رسالہ شریعت اور طریقت ص 1۔ 2 ،مطبع اہلحدیث امرتسر اشاعت 30 دسمبر 1909ء)

کیلانی صاحب کی کتاب انتہائی سطحی نوعیت کی ہے افسوس ہے کہ مجھے تلاش وبیسار سے بھی کوئی ایسی بات نہ مل سکی جس کا جواب دینا ضروری ہو کیونکہ مولانا صاحب اصل اور نقل میں فرق کرنے سے محروم تھے۔ یہاں پر میں نے فقط ایک سوال کا جواب دیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ قارئین پر اس کتاب کی حقیقت واضح ہوجائے

میری احباب سے گذارش ہے کہ اگر کسی سوال کو اہم سمجھتے ہیں تو اسکو پیش کریں ان شاءاللہ اسکا جواب دیا جائے گا، میں نہیں چاہتا ہے کہ وقت کو ان فضول باتوں میں ضائع کروں۔

ابن محمد جی قریشی

ibne_m.jee@hotmail.com

http//knooz-e-dil.blogspot.com

fcbook:qureshiaqeel/5940

WhatsAPP:0331-9110527

